ڈاکٹر محمد رفیع الدّین مرحوم

(۳)

حکمتِ اقبال

وجدان اور عقلی استدلال کا تعلّق

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ کائنات کی عقلی توجیہہ کرتے ہوئے ایک فلسفی محض عقلی یا منطقی استدلال کے بل بوتے پر اپنے نتائج کو پہنچتا ہے اور اپنے اس استدلال میں جذبات کو راہ پانے نہیں دیتا۔ لیکن عقلی استدلال کا یہ نظریہ درست نہیں۔ ہر فلسفی پہلے کائنات کے اُن حقائق کی روشنی میں جو اُسے معلوم ہوں کائنات کی حقیقت کا ایک وجدانی تصور قائم کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے اس تصور کی علمی اور عقلی تشریح کرنے کے لیے یعنی یہ بتانے کے لیے کہ یہی تصور ہے جو کائنات کی وحدت کا اصول ہے اور سارے حقائق کو متحد اور منظم کرتا ہے، عقلی استدلال سے کام لیتا ہے اس کا نتیجہ اس کے استدلال سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کا استدلال اس کے نتیجہ سے پیدا ہوتا ہے اپنا نتیجہ اُسے پہلے ہی وجدانی طور پر معلوم ہوتا ہے اور اس کی طرف وہ اپنے استدلال کو اپنی پوری فکری قوّت اور زورِ بیان کے ساتھ موڑتا ہے۔ کوئی فلسفی چھوٹا یا بڑا اس اصول سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ ایک فلسفی پر ہی موقوف نہیں ایک سائنسدان یا ماہر ریاضیات بھی پہلے ایک حقیقت کو وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے اور بعد میں اُسے تجربات یا استدلال سے ثابت کرتا ہے۔ نیوٹن کا قانون ثقل سیب کو درخت سے نیچے گرتے ہوئے دیکھ کر پہلے وجدانی طور پر محسوس کیا گیا تھا اور بعد میں تجربات سے ثابت کیا گیا فیثاغورث کا مسئلہ بھی پہلے ایک وجدانی تصور تھا جسے بعد میں ریاضیاتی طور پر ثابت کیا گیا۔

حکمتِ اقبال کی نوعیت کی تشریح ایک ماہر ریاضیات کی مثال سے

ایک ماہر ریاضیات جس ریاضیاتی حقیقت کو وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے وہ اس کے نزدیک ایک حقیقت ہی رہتی ہے خواہ وہ اسے ثابت کرے یا نہ کرے اور ثابت کر سکے یا نہ کر سکے لیکن وہ اسے ثابت اس لیے کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے وجدان میں شریک کرے۔ ہر ریاضیاتی

حقیقت پہلے وجدانی طور پر ایک کُل کی حیثیت سے محسوس کی جاتی ہے۔ بعد میں اسے ثابت کرنے کے لیے اس کا منطقی یا عقلی تجزیہ کیا جاتا ہے جسے ماہر ریاضیات بعض ریاضیاتی مسلّمات سے شروع کرتا ہے۔ پھر ان مسلّمات سے ایک نتیجہ اخذ کرتا ہے جو ایک مساوات کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا یہ مساوات بھی ریاضیاتی مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے پھر اس نتیجہ یا مساوات سے وہ ایک اور نتیجہ اخذ کرتا ہے اور اس طرح سے ایک اور مساوات قائم کرتا ہے اور وہ بھی ایک ریاضیاتی مسلّمہ بن جاتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس وہ یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ اس ریاضیاتی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے جسے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا یہ عمل نتائج یا مساوات کی کڑیوں یا حلقوں سے بنی ہوئی ایک زنجیر پیدا کرتا ہے جسے ہم اس ریاضیاتی حقیقت کا ثبوت کہتے ہیں کیونکہ اس عمل سے وہ لوگوں کیلئے ریاضیاتی مسلّمہ کے طور پر ثابت یا قائم ہو جاتی ہے اور اسی کو ہم اس حقیقت کی تشریح یا تفسیر بھی کہتے ہیں۔

اگر ماہر ریاضیات کا ابتدائی وجدانی تصوّر جس سے وہ آغاز کرتا ہے اور جسے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے درست ہو تو اس کا ثبوت بھی درست ہوتا ہے اور ہم قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلتے رہتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ کسی قدم پر بھی غلط اور ناقابلِ فہم نہیں ہوتا اگر ہم ماہر ریاضیات کی وجدانی حقیقت کو دُرست مان کر اس کے ثبوت کے راستہ پر قدم بہ قدم واپس آئیں یعنی سلسلۂ ثبوت کی آخری کڑی سے آغاز کر کے پیچھے کی طرف آئیں تو پھر اسی ریاضیاتی مسلّمہ پر پہنچ جاتے ہیں جس سے اس نے آغاز کیا تھا۔ اس عمل سے بھی ریاضیاتی حقیقت کی درستی ثابت ہو جاتی ہے گویا ابتدائی حقیقت کے جو نتائج یا مضمرات ہوتے ہیں اور وہ سب کے سب اس حقیقت کے اندر اور اس کے ہر نتیجہ کے اندر بالقوّہ موجود ہوتے ہیں ان کو بالفعل کرنا یا آشکارا کرنا ہی اس حقیقت کو ثابت کرنا اس کی تشریح یا تفسیر کرنا یا اُسے لوگوں کے مسلّمات میں شامل کرنا ہے جو صورت اُوپر بیان کی گئی ہے اس میں ثبوت مسلسل بھی ہے اور مکمل بھی ہے۔ کیونکہ اس کی کڑیاں نہ صرف تعداد میں پوری ہیں بلکہ ایک منطقی ترتیب میں رکھی گئی ہیں۔

منظم اور مختصر ثبوت

لیکن اگر ایک عالم ریاضیات کی وجدانی قوت غیر معمولی طور پر تیز اور قوی ہو اور وہ کسی ریاضیاتی حقیقت کو جو اس نے اپنے وجدان سے دریافت کی ہو اپنی یا اپنی طرح کے دوسرے عالمانِ ریاضیات کی تشفی کے لیے ثابت کر رہا ہو تو بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا وجدان ایک چھلانگ لگاتا ہے اور وہ اپنے سلسلۂ ثبوت کی بعض درمیانی کڑیوں کو چھوڑ کر کسی اگلی کڑی پر پہنچ جاتا ہے اور درمیان میں ایک خلاء (GAP) چھوڑ جاتا ہے جو اس حقیقت کے بعض نتائج یا مضمرات سے پُر ہوتی ہے اور پھر بعض اور کڑیوں کو چھوڑ کر کسی اور اگلی کڑی پر جا نکلتا ہے اور اسی طرح کا ایک اور خلاء درمیان میں چھوڑ جاتا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس اس قسم کا ثبوت مختصر تو ہوتا ہے لیکن غلط نہیں ہوتا۔ اگرچہ ریاضیات کے ایک معمولی طالب علم کو جو اس ماہر ریاضیات کے وجدان سے محروم ہو یہ ثبوت آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا تاہم یہ ثبوت مکمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی تمام محذوف کڑیاں نہ صرف ماہر ریاضیات کے بنیادی تصوّر کے اندر بلکہ ان محذوف کڑیوں سے پہلے اور بعد کی مذکور کڑیوں کے اندر بھی بالقوہ موجود ہوتی ہیں۔ ایک دوسرا ماہر ریاضیات جو اس ریاضیاتی حقیقت کا پُورا وجدان رکھتا ہو اس کی مدد سے اور نیز محذوف کڑیوں سے پہلے اور بعد کی مذکور کڑیوں کی مدد سے محذوف کڑیوں کو بآسانی مہیا کر سکتا ہے بشرطیکہ محذوف کڑیاں اتنی اہم نہ ہوں کہ ان کی عدم موجودگی میں مذکور کڑیوں کے عقلی اور منطقی تعلق کو سمجھنا ناممکن ہو جائے۔ چنانچہ مبتدیوں کو سمجھانے یعنی ماہر ریاضیات کے وجدان میں شریک کرنے کے لیے یہ محذوف کڑیاں فی الواقع مہیّا کی جاتی ہیں اور اس طرح سے ثبوت کے خلاؤں کو پُر کر کے اور اس کو ممکن حد تک طوالت اور وسعت دے کر مکمل کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب ہر شخص اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے اس قسم کا مختصر ثبوت غیر منظم بھی نہیں ہوتا کیونکہ ثبوت کی ہر کڑی جو اس میں موجود ہوتی ہے دوسری موجود کڑیوں کی نسبت سے اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کھوئی کڑیوں کو دریافت کر کے اپنی جگہ پر لے آنا نسبتاً آسان ہوتا ہے اس صورت میں ماہر ریاضیات کا ثبوت منظم یا مسلسل تو ہوتا ہے لیکن مکمل نہیں ہوتا۔

غیر منظّم اور مختصر ثبوت

اب فرض کیجئے کہ ہمارا پہلا ماہر ریاضیات اپنی وجدانی ریاضیاتی حقیقت کے نتائج اور مضمرات درج کرتے ہوئے بعض نتائج ومضمرات کو اپنی تیز وجدانی قوّت کی وجہ سے غیر ضروری سمجھ کر نہ صرف حذف کر دیتا ہے بلکہ بعض جن کو وہ درج کرتا ہے اس ترتیب کے ساتھ نہیں لکھتا کہ وہ اس حقیقت کے ایک مسلسل اور منظّم ثبوت کی کڑیاں بن جائیں بلکہ اس کا جو نتیجہ بھی کسی وقت اس کے وجدان کی روشنی میں آتا ہے بلا ترتیب لکھتا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے تمام بڑے بڑے نتائج ومضمرات کو اسی طرح بے ترتیب لکھ دیتا ہے اس صورت میں ماہر ریاضیات کا ثبوت نہ صرف غیر مکمل ہو گا بلکہ غیر مسلسل بھی ہو گا اور اس صورت میں ریاضیات کے ایک معمولی طالب علم کے لیے اس کا سمجھنا اور بھی زیادہ مشکل ہو گا لیکن ایک دوسرے ماہر ریاضیات کے لیے جو اس ساری حقیقت کا پورا وجدان رکھتا ہو ان بے ترتیب نتائج ومضمرات کو ایک مسلسل اور مکمل ثبوت کی شکل میں لانا پھر بھی آسان ہو گا کیونکہ اس کی تمام ضروری کڑیاں بے ترتیب ہونے کے باوجود اس کے پیش نظر ہوں گی لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اب اسے دو کام کرنے پڑیں گے ایک تو یہ کہ اسے تمام غیر مرتب کڑیوں کو جو اس کے سامنے ہیں ان کی منطقی یا عقلی ترتیب میں رکھنا پڑے گا اور دوسرے ان کی ترتیب کے درمیانی خلاؤں کو ان کڑیوں سے پُر کرنا پڑے گا جو ریاضیاتی حقیقت کے موجد کے ریاضیاتی وجدان کی غیر معمولی تیزی اور قوت کی وجہ سے محذوف ہو گئی ہیں اور چونکہ یہ دوسری محذوف کڑیاں بھی ترتیب کو چاہیں گی اور پہلی مذکور کڑیوں کی ترتیب کے بغیر ساری کڑیوں کی زنجیر میں ان کا مقام بھی متعین نہ ہو سکے گا وہ بجا طور پر محسوس کرے گا کہ یہ دونوں کام الگ الگ نوعیت کے نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو چاہتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اور لہٰذا دونوں کو ایک ساتھ ہی انجام دیا جا سکتا ہے ورنہ بالکل نہیں دیا جا سکتا۔

ایک ماہرِ ریاضیات اور فلسفی کا تقابل

جس طرح سے ایک ریاضیاتی حقیقت کا ثبوت حقائق معلومہ و مسلمہ کے ایک سلسلہ یا نظام کی شکل میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سے حقیقت کائنات کے کسی تصور کا ثبوت جو ایک فلسفی پیش کرتا ہے حقائق معلومہ و مسلّمہ کے ایک سلسلہ یا نظام کی شکل میں ہوتا ہے جسے ہم نظامِ حکمت کہتے ہیں۔ ایک فلسفی بھی حقیقتِ کائنات کا جو وجدانی تصور قائم کرتا ہے وہ بھی اس کے نزدیک ایک حقیقت ہی کا تصور ہوتا ہے خواہ وہ اسے ایک حقیقت کے طور پر ثابت کرے یا نہ کرے اور کر سکے یا نہ کر سکے لیکن وہ ثابت کرنے کی کوشش اس لیے کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے وجدان سے بہرہ ور کرے اور اس کے ثابت کرنے کا طریق بھی وہی ہے جو ایک ماہر ریاضیات اختیار کرتا ہے۔ وہ بھی ہمارے مسلّمات سے آغاز کرتا ہے اور یہ مسلّمات بھی بداہتوں (SELF EVIDENT TRUTHS) پر اِن کے عقلی اور منطقی نتائج پر معلوم اور مسلّم علمی اور ریاضیاتی حقیقتوں (SCIENTIFIC AND MATHEMATICAL FACTS) پر اور ان کے نتائج اور مضمرات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ وہ چند ایسے مسلّمات کو جو اس کے بنیادی تصور کے مطابق ہوتے ہیں لے کر ایک نتیجہ نکالتا ہے گویا ان کو ایک دوسری شکل دیتا ہے اور ایک مساوات قائم کرتا ہے جو منطقی طور پر یعنی ہمارے ذہنی عمل کے قوانین کی رُو سے ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اور لہٰذا ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر اس نتیجہ سے ایک اور نتیجہ نکالتا ہے اور ایک اور مساوات قائم کرتا ہے جو منطقی طور پر یعنی ہمارے ذہنی عمل کے قوانین کی رُو سے ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اور لہٰذا ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر اس نتیجہ سے ایک اور نتیجہ نکالتا ہے اور ایک اور مساوات قائم کرتا ہے اور وہ بھی اگر درست ہو تو ہمارے مسلّمات میں داخل ہو جاتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ وہ اس عمل سے رفتہ رفتہ حقیقتِ کائنات کے اس وجدانی تصور تک پہنچ جاتا ہے جسے وہ درست ثابت کرنا چاہتا ہے اگر فلسفی کا تصورِ حقیقت درست ہو تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں کیونکہ پھر اس کا کوئی نتیجہ کسی قدم پر بھی غلط اور ناقابلِ فہم نہیں ہوتا۔ اس صورت میں فلسفی کا ثبوت مسلسل بھی ہوتا ہے اور مکمل بھی۔ کیونکہ اس کی کڑیاں نہ صرف تعداد میں پوری ہوتی ہیں بلکہ ایک منطقی یا عقلی ترتیب

میں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

لیکن اگر فلسفی کی ذہنی یا وجدانی قوّت غیر معمولی طور پر تیز اور قوی ہو تو وہ اپنے وجدانی تصورِ حقیقت کا جو ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس میں بہت سے خلاء موجود ہوتے ہیں اور بہت سی کڑیاں غائب ہوتی ہیں اکثر بڑے بڑے فلسفی ایسے ہی ہوتے ہیں یہی سبب ہے کہ بڑے بڑے فلسفیوں کی کتابیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں اکثر فلسفیوں کا فلسفہ مسلسل ہوتا ہے لیعنی اس کے استدلال کی کڑیاں عقلی یا منطقی ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہوتی ہیں لیکن ان کے درمیان کے خلاؤں کی وجہ سے ان کا باہمی عقلی یا منطقی ربط مبتدیوں اور عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا گویا مسلسل ہونے کے باوجود وہ عام لوگوں کے لیے مکمل نہیں ہوتا لہٰذا ہر بڑے فلسفی کے شارحین پیدا ہوتے ہیں جو اس کے ثبوت کی محذوف کڑیوں کو بیان کر کے اس کے فلسفہ کے خلاؤں کو پُر کرتے ہیں اور اس طرح سے اس کو عام لوگوں کے افہام کے قریب لے آتے ہیں۔

بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بڑا فلسفی جو حقیقتِ کائنات کا ایک صحیح اور واضح تصور رکھتا ہو اس کے نتائج اور مضمرات کو ایک مسلسل اور منظم استدلال یا مساوات اور نتائج کی ایک زنجیر کی شکل میں بیان نہ کرے بلکہ اس کا جو نتیجہ بھی کسی وقت اس کے وجدان کی روشنی میں نمودار ہو، وہ بلا ترتیب لکھتا چلا جائے یہاں تک کہ اس کے تمام ضروری اور بڑے بڑے نتائج و مضمرات کو اسی طرح سے بلا ترتیب لکھ دے اس صورت میں اس کا ثبوت نہ صرف غیر مکمل ہوگا بلکہ غیر مسلسل بھی ہوگا اور اس صورت میں عام لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا اور بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ اقبال کی حکمت اسی نوعیّت کی ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو ایسے فلسفی کے تصورِ حقیقت (IDEA OF REALITY) کا پُورا وجدان رکھتا ہو اس تصور کے ثبوت کو اس کے بیان کیے ہوتے نتائج اور مضمرات کی روشنی میں مسلسل اور منظم بنا کر پیش کرنا پھر بھی آسان ہوگا۔ کیونکہ اس کی تمام ضروری کڑیاں بے ترتیب ہونے کے باوجود اس کے پیشِ نظر ہوں گی اور اس کا وجدان ان کے باہمی عقلی اور علمی ربط کو اس کے لیے واضح کرے گا لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے بھی اس ماہر ریاضیات کی طرح جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے دو کام ایک ساتھ کرنے پڑیں گے ایک تو یہ کہ اسے ان تمام غیر مرتب کڑیوں کو جو اس کے سامنے موجود ہیں ان کی منطقی اور عقلی ترتیب کے ساتھ رکھنا پڑیگا

اور دوسرے ان کی درمیانی خلاؤں کو ان کڑیوں سے پُر کرنا پڑے گا جو فلسفی کی ذہنی قوّت کی غیر معمولی تیزی کی وجہ سے محذوف ہوگئی ہیں اس طرح سے اس کے پیش رو فلسفی کا تصورِ حقیقت ایک مسلسل اور مکمل نظامِ حکمت کی صورت میں سامنے آجائے گا اور لوگوں کے لیے اس کے وجدان میں شریک ہونا اور اس کے تصورِ حقیقت سے متفق ہونا آسان ہو جائے گا۔

حکمتِ اقبال کی تشریح کے لوازمات

کسی حکمت کی صحت کی علامت نہ تو یہ ہے کہ اس کے تمام تصورات بالفعل اور فی الفور ایک منطقی سلسلہ کی صورت میں ہوں اور نہ یہ کہ ان کے منطقی سلسلہ کے اندر ایسے خلاء موجود نہ ہوں جو ایک حد تک معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے پُر ہو سکتے ہوں بلکہ فقط یہ ہے کہ ایک تو حقیقتِ کائنات کے متعلق اس کا تصور درست ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے سارے معلوم اور مذکور تصورات منطقی اور عقلی طور پر اس مرکزی تصور سے مطابقت رکھتے ہوں حکمتِ اقبال میں یہ اوصاف موجُود ہیں۔ اس صورت میں اگرچہ یہ حکمت تصورات کا ایک مرتب سلسلہ نہیں بلکہ خلط ملط تصورات کا ایک مجموعہ ہوگی تاہم صحیح اور درست ہوگی اور ایک نظام کی صورت میں ہوگی۔ تمام صحیح اور سچی علمی حقیقتیں جو اس کے ظہور کے وقت تک دریافت ہو چکی ہوں پہلے ہی سے اس کے ساتھ مناسبت رکھیں گی بلکہ اس کے اندر بالقوہ موجود ہوں گی اگرچہ بالفعل اور آشکار طور پر اس کے ساتھ وابستہ نہ کی گئی ہوں اگرچہ ان علمی حقیقتوں کی تعداد اس حکمت کو منظم کرنے کے لیے کفایت کرتی ہو اس کی معقولیّت فلسفہ کے ایک معمولی طالب علم کو جو اس کے بنیادی تصورِ حقیقت کا پورا وجدان نہ رکھتا ہو آسانی سے سمجھ میں نہ آسکے گی۔ چونکہ اس کے اندر کے تصوّرات ایک منطقی یا عقلی سلسلہ کی صورت میں نہیں ہوں گے اس کی پہلی غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات آپس میں اور حکمت کے بنیادی مرکزی تصورِ حقیقت کے ساتھ کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے اور یہ غلط فہمی اسے اس حکمت کی معقولیّت کا صحیح اندازہ قائم کرنے سے باز رکھے گی اس کی دوسری غلط فہمی یہ ہوگی کہ یہ تصورات ان علمی حقیقتوں کے ساتھ بھی کوئی منطقی یا عقلی ربط نہیں رکھتے جو اس حکمت سے باہر ہیں اور وہ یہ سمجھتا رہے گا کہ یہ بیرونی علمی حقیقتیں دراصل دوسرے فلسفوں کے ساتھ (جو اتفاقاً منظم اور مسلسل بنا دیئے گئے ہوں اور جن کے

اندر یہ حقیقتیں توڑ موڑ کر سمو دی گئی ہوں، زیادہ مطابقت رکھتی ہیں۔ اس طرح سے چونکہ وہ ان علمی حقیقتوں کو اس حکمت کی تائید کے لیے مہیّا نہ پائے گا۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی اس کی معقولیّت اس کی نگاہوں سے اوجھل رہے گی لہٰذا اگر ہم فلسفہ کے اس طالب علم کو اس حکمت کی معقولیّت سے آشنا کرنا چاہیں تو ہمارے لیے اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہو گا کہ :

اوّل : ہم اس حکمت کے تمام تصورات کو ان کی عقلی یا منطقی ترتیب سے آراستہ کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ فی الواقع ایک دوسرے کے ساتھ اور حکمت کے بنیادی تصورِ حقیقت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔

دوئم : ہم اس تسلسل اور ترتیب کے درمیان کے خلاؤں کو بحدِّ امکان اور تصورات سے یعنی معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں سے جس قدر پُر کر سکتے ہیں پُر کریں اور اس طرح سے ان خلاؤں کی تعداد اور طوالت کو جس قدر کم کر سکتے ہیں کم کریں اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ایک بھی سچّی علمی حقیقت ایسی ہو جسے ہم اس حکمت کے نظام سے باہر چھوڑ دیں تو ہم اس ضرورت کا حق ادا نہیں کر رہے ہوں گے اور اس نظامِ حکمت کو اتنا معقول اور مدلّل اور منظّم نہیں بنا رہے ہوں گے جتنا کہ وہ اپنے وقت کی معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں کی تعداد کے پیشِ نظر بن سکتا ہے چوں کہ یہ تصورات بھی جو اس حکمت کے خلاؤں کو پُر کرنے کے لیے کام میں لائے جائیں گے، ترتیب کو چاہیں گے اور پہلے اندرونی تصورات کی ترتیب کے بغیر اس پُورے نظامِ حکمت میں ان کا صحیح مقام بھی معیّن نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا یہ دونوں کام الگ الگ نوعیّت کے نہیں ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا تقاضا کرے گا اور دوسرے کے بغیر نامکمل رہے گا۔ لہٰذا ہمیں ان دونوں کاموں کو ایک ساتھ ہی انجام دینا پڑے گا لیکن ان دونوں کو بیک وقت انجام دینے کے لیے دو شرطیں ضروری ہوں گی۔

(ا) یہ کہ معلوم اور مسلّم سچی علمی حقیقتیں اپنی نوعیّت اور تعداد کے لحاظ سے اس حد تک ترقی کر چکی ہوں کہ جب اس حکمت کے اندرونی تصورات کو عقلی ترتیب کے ساتھ آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں ان علمی حقیقتوں کو اس ترتیب کے خلاؤں کو پُر کرنے کے لیے کام میں لایا جائے تو خلاؤں کی طوالت اور تعداد یہاں تک کم ہو جائے کہ

ترتیب سے مع ایک مسلسل منطقی اور عقلی نظام کی شکل اختیار کر کے اور اپنی اس حیثیت کی وجہ سے بآسانی ہر شخص کی سمجھ میں آجائے۔

(ii) اس حکمت کے اندر پہلے ہی سے بعض ایسے معلوم اور مسلّم علمی حقائق سموئے ہوئے اور بالفعل اور آشکار طور پر موجود ہوں جن کی وجہ سے اس حکمت کے ساتھ بیرونی علمی حقائق کی علمی اور عقلی مناسبت یا مطابقت واضح ہو سکتی ہو۔ اس قسم کے اندرونی علمی حقائق کی موجودگی کے بغیر اس حکمت کے اندرونی تصورات کو ایک عقلی ترتیب دینا اور بیرونی علمی حقائق کو کام میں لا کر اس کے خلاؤں کو پُر کرنا مشکل ہوگا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک نقاش فنکار ایک دلکش قدرتی منظر کا ایک وجدانی تصوّر محسوس کرے اور پھر اس تصوّر کی انتہائی محبّت کی وجہ سے اُسے ایک خوبصورت رنگین تصویر کے طور پر صفحہ قرطاس پر لانا چاہے وہ پہلے اس کا خاکہ بنانے کا فیصلہ کرے گا تاکہ بعد میں اس خاکہ کے اندر رنگ بھر کر تصویر کو مکمل کر سکے فرض کیا کہ خاکہ مکمل کرنے سے پہلے وہ اسے ایک ایسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ وہ کسی وجدانی منظر کی تصویر کا خاکہ ہے لیکن اس میں بعض درختوں، پہاڑوں، عمارتوں، سڑکوں، میدانوں، دریاؤں اور کھیتوں کے گوشے اور زاویے اس حد تک آشکار نہیں ہوتے کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ وہ تصویر کی کون سی چیز بنائیں گے اس حالت میں ایک دوسرے ماہر فنکار کے لیے اپنی ساری مہارت کے باوجود مشکل ہوگا کہ وہ تصویر کو اس کے سارے رنگین مظاہر کے سمیت مکمل کرنا تو درکنار اس کے خاکہ ہی کی تکمیل کر سکے لیکن اگر پہلا فنکار خاکہ کو مکمل تو نہیں کرتا لیکن اس کے خطوط کو یہاں تک آگے بڑھا دیتا ہے کہ ایک دوسرا فنکار اسے دیکھ کر معلوم کرے کہ یہ خطوط آگے چل کر کس کس طرف کو بڑھنے والے تھے اور کیا کیا شکلیں بنانے والے تھے اور خاکہ کی آخری شکل کیا ہونے والی تھی تو اس صورت میں وہ نہ صرف خاکہ ہی کو مکمل کر سکے گا بلکہ اس قابل بھی ہوگا کہ تصویر کے سارے رنگوں کو خاکہ کے اندر اپنی اپنی جگہ پر بھر کر تصویر کو اس کی پوری آب و تاب اور مکمل دلکشی اور زیبائی کے ساتھ جلوہ گر کر سکے۔

شارح اقبال کی ضروری صلاحیتیں

ان دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت نوع بشر کے علمی ارتقا کے ایک خاص مرحلہ پر پہنچ کر ہی ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی صورت اختیار کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں ان دو شرائط کو ذہن میں رکھنے سے یہ بات بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ جو شخص بھی اس قسم کی صحیح اور سچی حکمت کو اپنے وقت پر ایک مسلسل اور مرتب علمی نظام کی شکل دینے کی کوشش کرے گا اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ معلوم اور مسلّم علمی حقائق سے پوری طرح واقف ہو یعنی فلسفہ اور سائنس کی پوری وسعتوں پر اس کی نگاہ ہو اگر یہ استعداد اس میں نہ ہو گی تو اس کے پاس وہ تصورات ہی نہ ہوں گے جن سے وہ اس سچی حکمت کے خلاؤں کو پُر کر کے اس کی ترتیب اور تنظیم کو مکمل کر سکے۔ اس استعداد میں حکیمانہ بصیرت اور اُپج اور منطقیانہ ذوق اور ایک باریک بینی کی صلاحیتیں بھی شامل ہیں۔ ان صلاحیتوں کے بغیر وہ یہ نہیں دیکھ سکے گا کہ اس حکمت کے اندرونی تصورات کا آپس میں اور بیرونی علمی حقائق کے ساتھ اور حقیقتِ کائنات کے ساتھ کوئی عقلی اور علمی ربط ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہے؟ پھر اس کے لیے یہ بھی ضروری ہو گا کہ وہ اس حکمت کے مرکزی تصور یعنی حقیقتِ کائنات کے صحیح تصوّر کے ایک ایسے وجدان سے بہرہ ور ہو جو مکمل طور پر تربیت یافتہ، روشن اور طاقتور ہو۔ اس استعداد کے بغیر وہ سائنس اور فلسفہ کی واقفیت کو غلط طور پر کام میں لائے گا اس کا استدلال ٹھوکریں کھائے گا اور اس کی حکیمانہ اُپج یا بصیرت غلط راہ پر چل نکلے گی اس کا منطقیانہ ذوق غلط نتائج پیدا کرے گا اور اس کی باریک بینی غلط راستہ اختیار کرے گی۔ اس کے برعکس اگر اس میں یہ استعداد ہو گی تو اپنے وجدان کے زوردار نورِ تجسّس (SEARCH LIGHT) کی مدد سے وہ نہ صرف یہ دیکھ سکے گا کہ کہاں تک اس حکمت کے اندر کے تصورات جو علمی حقیقتوں کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ، حکمت کے مرکزی تصور کے ساتھ اور ان کی علمی حقیقتوں کے ساتھ جو اس کے حکمت کے باہر ہیں اور اس میں سموئی نہیں گئیں عقلی ربط وضبط رکھتے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھ لے گا کہ معلوم اور مسلّم علمی حقیقتوں میں سے کون سی ایسی ہیں جو حقیقتِ کائنات کے صحیح تصوّر کے ساتھ مطابقت رکھنے کی وجہ سے سچ مچ کی علمی حقیقتیں نہیں ہیں ان کی خامیاں کیا ہیں اور کس طرح سے ان خامیوں کو دُور

(باقی صفحہ ۵۴ پر)